میں سے کوئی حس معطل ہوجائے تو معطل شدہ حس میں ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے جسے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر جس کی دیکھنے کی حس معطل ہوجائے، وہ گوناگوں رنگ دیکھتا ہے اور جس کی سننے کی حس معطل ہوجائے وہ ملی جلی مختلف آوازیں سنتا ہے جن میں فرق نہیں کر پاتا۔ پس یہ کہنا کہ "گھنٹی کی طرح آواز آتی تھی" یعنی آپؐ کے سننے کی حس معطل ہوجاتی تاکہ ظاہری دنیا میں سنائی دینے والی باتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کو کما حقہ سن کر یاد کرسکیں۔ذہن نشین کرلیں۔ فرمایا کہ: وحی کی سختی اور شدت محسوس ہوتی تھی۔ اصل لفظ "یعالج" ہے۔جسم کے عضوے پر ہاتھ وغیرہ لگانے سے جو نرمی یا سختی، گرمی یا سردی محسوس ہو، اسے "العلاج" کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ مطلق "پانے" کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ فرمایا کہ (ہونٹ مبارک کو) حرکت دیتے۔ یہاں لفظ "مما" میں "من" "اکثر" کے معنی میں وارد ہے۔ کلامِ عرب میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ "من" سببیہ ہو اور "ما" مصدریہ ہو اور ضمیر "العلاج" کی طرف راجع ہے۔ فرمایا کہ: زمانہ صلح (حدیبیہ) میں- لفظ "ماد" (مدت) سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی ہیں زمانہ۔ پھر یہ لفظ خاص اس زمانہ کے لئے استعمال ہونے لگا جس میں فریقین میں صلح ہو،مگر یہاں مجازی معنی میں نفسِ صلح مراد ہے۔ فرمایا کہ: جنگ ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی مانند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ "السجال" (ڈول) مصدر ہو اور جمع بھی ہوسکتا ہے۔جس طرح رحل سے رحال آتا ہے۔

کتاب الایمان

شارحین حضرات کے تشریحی بیانات اس بارے میں مختلف ہیں کہ قدیم محدثین کے مطابق مسئلہ ایمان کی تشریح کیا ہے؟ ان کے نزدیک جو شخص قلب سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے (چاہے) عمل نہ کرے وہ مؤمن ہے اور کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ کل بغیر جزو کے موجود نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ایمان دو قسم پر ہے: ۱- جو صرف اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا نام ہے اور اسی پر دنیاوی احکامات کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام بخاری نے باب "جب اسلام حقیقتاً نہ ہو اور ایمان حقیقتاً ہو" میں اسی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ضعیف، کمزور آدمی کو غیر مجازی معنیٰ میں بھی آدمی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کامل انسانی اوصاف سے متصف شخص کو بھی غیر مجازی معنیٰ میں حقیقی آدمی ہی کہا جاتا ہے۔

۲- اسی طرح جو شخص صرف قلب سے تصدیق اورزبان سے اقرار کرے تو اسے بھی مؤمن کہا جاتا ہے۔ جو شخص تصدیق اور اقرار کے ساتھ ساتھ عملِ صالح کو بھی ایمان کے لازم قرار دیتا ہے، اس کے نزدیک ایسا مؤمن غیر معمولی ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ایمان قربِ خداوندی کے درجہ سے مرکب ہے۔

حب رسول ﷺ ایمان کی علامت ہے:

فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد،سب سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ یہاں اولاد کے مقابلے میں والدین کو پہلے لایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر انسان کے والدین ہوتے ہیں اگرچہ ضروری نہیں کہ ہر انسان صاحبِ اولاد ہو۔ نسائی میں انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے، اس میں والد سے پہلے والدہ کا ذکر ہے کیونکہ والدہ والد سے زیادہ مہربان ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایات مروی ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں والد کو اولاد سے اس وجہ سے پہلے بیان کیا گیا کہ امتی کے لئے نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ والد کے حکم میں ہیں۔

باب: حلاوت ایمانی: "حلاوت ایمانی" کا مطلب ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت اس قدر کی جائے کہ اس سے

لذت حاصل ہو، یہاں تک کہ مسلمان دین اسلام کی وجہ سے ہر قسم کی محنت و مشقت برداشت کرنے کا عادی ہوجائے۔

باب: ایک نقیب کا قول: نقیب کی جمع النقباء ہے۔ یعنی جو شخص قوم اور قومی امور کی نگرانی کرے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ موسمِ حج میں مختلف قبائل کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتے تھے۔ جب آپ عقبہ (گھاٹی) میں تشریف فرما تھے تو خزرجی وفد سے ملاقات ہوئی۔ ان سے فرمایا کہ کیا بیٹھو گے نہیں کہ تم سے کچھ گفتگو کروں؟ انہوں نے کہا بالکل! پس وہ بیٹھ گئے اور آپ نے ان کو اللہ عزوجل کی توحید کی دعوت دی اور ان کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی۔ جب اپنے شہر لوٹ کر آئے اور اپنی قوم کے سامنے اس واقعے کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا معاملہ ہر طرف پھیل گیا۔ اگلے سال بارہ انصاری حج پر آئے جن میں حضرت عبادۃ بن صامت بھی شامل تھے۔ انہوں نے عقبہ (گھاٹی) میں آپ سے ملاقات کی۔ اسی کو ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کہتے ہیں۔ یہ حضرات بیعت کر کے واپس چلے گئے اور اگلے سال ستر افراد حج پر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایامِ تشریق میں درمیانی گھاٹی میں ملاقات کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ آپ صرف اپنے چچا عباسؓ کی معیت میں ان کے پاس آئے، ان کو اللہ کی توحید کی دعوت دی، اسلام کی ترغیب دی اور قرآن مجید پڑھ کر سنایا (حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کہا کہ:) ہم نے آپ کی دعوتِ ایمانی قبول کی پھر عرض کی کہ اپنا ہاتھ مبارک پھیلائیں، ہم آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے میرے پاس بارہ نقیب یا رہنما آئیں تو انہوں نے ہر گروہ میں سے ایک رہنما منتخب کیا۔ حضرت عبادہ بن صامت بنوعوف کے رہنما تھے، ان بارہ افراد نے آپ کی بیعت کی۔ اسی کو بیعتِ عقبہ ثانی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ ''اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔'' خاص طور پر قتل اولاد کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی کہ اس میں قتل کے گناہ کے ساتھ ساتھ قطع رحم کا گناہ بھی شامل ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ اہلِ عرب میں قتلِ اولاد کی بری رسم عام تھی۔ فرمایا کہ: جس نے تم میں سے اپنے عہد کو پورا کیا یعنی میرے ساتھ جو عہد کیا ہے، جس نے اسے نبھایا، اس پر عمل کیا۔ اصل میں لفظ ''وفی'' وارد ہے جس میں ''ف'' پر شد بھی آتی ہے اور شد کی بغیر بھی استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا کہ: پھر اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ یعنی اس کے گناہ معاف کرے یا سزا دے، یہ فیصلہ کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔

باب: فتنوں سے بچنا دینداری کی علامت ہے: یہ نہیں فرمایا کہ فتنوں سے خود کو بچانا ایمانداری ہے۔ حالانکہ زیرِ بحث کتاب ایمانیات پر مشتمل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک دین اور ایمان ایک ہی چیز ہے جیسا کہ اسلام اور ایمان بھی ان کے نزدیک ایک ہی بات ہے۔ طیبی فرماتے ہیں کہ ''ایمان'' اسلام اور دین کے مترادف معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کے بارے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں۔ فرمایا کہ ''ابوسعید خدری سے مروی ہے۔'' ان کا اصل نام مالک بن سنان ہے جو اپنے دادا یا دادی بنام ''خدرة'' کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ آپ انصاری اصحاب میں سے ہیں۔ فرمایا کہ ''بارش کے مواقع یا مواطن'' یعنی وادیاں اور صحرا۔

باب: ''میں اللہ کو زیادہ جاننا ہوں (نبی ﷺ کا فرمان): اگر کہا جائے کہ یہ کتاب ایمانیات پر مشتمل ہے، پس اس میں اس عنوان کی کیا ضرورت ہے؟ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں کہ اللہ کا علم اور اس کی معرفت حاصل کرنا اس کی تصدیق کے لئے ضروری ہے اور یہی اس پر ایمان لانے کا مطلب ہے۔ صرف تصدیق یا عمل کے ساتھ تصدیق کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان میں سب سے مستحکم ومضبوط ہیں۔ یہ بیان کہ مکمل ایمان یا اس کا بعض حصہ قلبی فعل ہے، اس میں کرامتی فرقے کے نظریہ کی تردید ہے۔ فرمایا کہ: آپؐ ناراض ہوتے یہاں تک کہ آپ کی ناراضگی چہرہ اطہر سے واضح ہوجاتی۔ بعض نسخوں میں

یغضب کی بجائے غضب ماضی کا صیغہ وارد ہے۔ مضارع کے صیغے سے حاضرین کے ذہنوں میں اس منظر کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔

باب: جو کفر کی طرف لوٹنے کو ناپسند کرے:
یہاں لفظ ''باب'' کے آخر میں تنوین، وقف اور جملے کی طرف نسبت کرنا بھی جائز ہے۔ تمام صورتوں میں مقصود یہ ہے کہ جو ایمان سے کفر کی طرف آنے کو ناپسند کرے۔

اعمال میں اہلِ ایمان کا ایک دوسرے سے بڑھنا:
یعنی وہ فضیلت جو اعمالِ صالح کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ''وہیب نے کہا'' اس حدیث کو بیان کرنے میں راوی وہیب نے امام مالک کی موافقت کی ہے لیکن وہیب نے یقین سے کہا کہ (ہلاّ خراہل ایمان کو دوزخ سے نکال کر) نہر 'حیات'' میں ڈالا جائے گا۔ جبکہ مالک نے اس میں شک کا اظہار کرتے ہوئے ''نہر الحیا'' کہا ہے۔ اسی طرح وہیب سے ''خردل من ایمان'' کی بجائے ''خردل من خیر'' کے الفاظ بھی منقول ہیں۔ ''رائی برابر ایمان کی بجائے آپ ﷺ نے ''رائی برابر خیر'' ارشاد فرمایا۔

فرمایا کہ ''ہمیں اسماعیل نے حدیث بتائی''۔ اسماعیل ابن ابی اویس بن عامر اصبحی کے نام سے مشہور ہیں جو امام مالک بن انس کی بہن کے لڑکے ہیں۔ فرمایا کہ ''صفراء'' (زرد رنگ) جو خوشبودار رنگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے، اس وجہ سے دیکھنے والوں کو پسند ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ''ملتویة'' (دلکش) یعنی جاذبِ نظر، پرکشش اور یہ بھی بہت خوبصورت رنگ ہوتا ہے۔

باب: حیاء ایمان کی علامت ہے: یعنی جس طرح ایمان برائیوں سے روکتا ہے، اسی طرح حیاء بھی برائیوں سے روکتا ہے، اس وجہ سے مجازی معنیٰ میں حیاء کو ''ایمان'' کہا گیا کیونکہ چیز کی جو خاصیت ہوتی ہے، اسے اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

باب: پس اگر توبہ تائب ہوں: یعنی مشرکین شرک سے توبہ کریں تاکہ اس کی باب کے تحت بیان کردہ حدیث کے مفہوم میں مطابقت پیدا ہو۔ حدیث یہ ہے۔ ''(مجھے قتال کا حکم دیا گیا ہے) یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں۔'' حدیث کے آخر میں رسولِ خدا نے فرمایا کہ پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ یعنی ان کے باطنی امور کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ہم ان کے ظاہری معاملات کے مطابق معاملہ اور فیصلہ کریں گے۔

باب: جو کہتا ہے کہ عمل صالح ایمان ہے:
یہاں عمل سے زبان، قلب اور جسمانی اعضاء کا مجموعی فعل مراد ہے۔ اس مسئلہ کے حق میں تمام آیات اور احادیث یا بعض مسائل کے بارے میں قرآن وسنت سے استدلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کے بارے میں قرآن وحدیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ عملِ صالح ایمان میں شامل ہے۔ فرمایا کہ: ''لمثل ھذا'' (اس کے لئے) یعنی آخرت کی عظیم کامیابی کے لئے فلیعمل العاملون (عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے) یعنی کفار کو چاہئے کہ ایمان لے آئیں۔ اس آیت کو امام بخاری نے اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کیا ہے کہ مطلق عمل سے ایمان شامل ہے۔

باب: منافق کی علامات: فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔۔۔ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ خصلتیں مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد ''نفاقِ عمل'' ہے،'' نفاقِ کفر'' مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ عمل پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

باب: قیامِ رمضان ایمان کی علامت ہے:
یعنی جبکہ یہ کہا جائے کہ نفلی عبادت کرے۔ اس طرح رمضان کی نفلی عبادت بھی ایمان میں شامل ہے۔ اسی طرح رمضان کے روزے بھی ایمان میں شامل ہیں اور لیلۃ القدر کی عبادت بھی ایمان (کا حصہ) ہے۔ یہاں دونوں الفاظ ''ایماناً'' اور ''احتساباً'' مفعول مطلق واقع ہیں کیونکہ کہ دونوں کا محمل ایک ہے اگرچہ مفہوم میں ایک دوسرے سے جدا ہے۔ پس

حدیث کی عنوان سے مطابقت ثابت ہوگئی۔

باب: دین آسان ہے : فرماتے ہیں: ''قرب خداوندی حاصل کرو اور خوشخبری دو۔'' یعنی حسب استطاعت وہ اعمال کرو جن سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اور خوشخبری دو یعنی اچھے اعمال کے بدلہ میں ثواب کی خوشخبری سنایا کرو اگرچہ نیکی کا کام معمولی درجہ کا کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ: دین میں تشدد ہرگز نہ کرو یعنی نرمی اور آسانی کے کام چھوڑ کر دین کے اس پہلو کو مت اختیار کرو جن میں سختی ہے۔ فرمایا کہ: صبح شام اور اندھیرے کے اوقات میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ یہاں لفظ "الغدوۃ" وارد ہے جس کے معنی صبح سے زوال تک کے اوقات میں چلنا ہیں۔ "الروحۃ" زوال کے بعد اور "الدلجۃ" رات کے آخری حصہ میں چلنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ان اوقات میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

باب: نماز ایمان کی علامت ہے : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کان اللہ لیضیع ایمانکم (یہ اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے) یہاں '' ایمان'' سے مراد وہ نمازیں ہیں جو تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی تھیں۔

کتاب العلم

باب: جس سے علمی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ گفتگو میں مشغول ہو...: یہ عنوان قائم کرنے کا مقصد ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بات پوری کر کے پھر سائل کو اس کے سوال کا جواب دے تو یہ اس ''کتمان علم'' کے حکم میں داخل نہیں، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''جو علم کو چھپائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کا لگام لگادیا جائے گا۔'' یعنی یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو علم کو بالکل چھپادے یا جس وقت اس کی ضرورت ہو اس وقت اس کا اظہار نہ کرے۔

باب: جو بآواز بلند مسئلہ کا جواب دے: مصنف کا اس باب سے مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان یہ نہ تھی کہ فضول باتوں کا بآواز بلند جواب دیں۔ رہا علمی امور اور شرعی احکام کا معاملہ تو اس میں آواز بلند کرنا جائز ہے۔

باب: ساتھیوں کے سامنے امام کا مسئلہ پیش کرنا: اس عنوان سے مصنف کا مقصد یہ ہے کہ سمجھ میں نہ آنے والی بات یا ایسی بات جس کا خاص مقصد اور مفہوم نہ نکلے اور اس سے علمی فائدہ حاصل نہ ہو،ایسی بات کرنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ رہا عالم کا اپنے سامعین کے سامنے ان کی فہم کی استعداد کے مطابق کوئی مسئلہ بیان کرنا تو اس میں حرج نہیں۔

باب: اہل علم سے مسائل پوچھنا: مصنف نے اس عنوان کے تحت دو مسائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اہل علم کا کتاب وغیرہ لکھنا اور علمی مسئلہ لوگوں کو پڑھ کر سنانا۔ اس سلسلہ میں دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ جن سے تحریر کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ جب تحریر پڑھنا ثابت ہوا تو تحریر کرنا بطریق احسن ثابت ہوگا۔

باب: مجلس برخواست ہونے تک جو بیٹھا رہے : فرمایا کہ: پھر اس شخص نے حیا کی۔ اس کی دو توجیہیں ہیں:۱- یعنی خدا تعالیٰ سے اس نووارد نے حیا کی کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر حلقہ کے اندر آکر بیٹھنے کی بجائے جہاں جگہ مل گئی وہیں بیٹھ گیا،اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا کی یعنی اسے اس کا ثواب دے گا ۲- یا اس میں اس کی مذمت ہے کہ اس نے علم حاصل کرنے میں خواہ مخواہ حیاداری کا مظاہرہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح بدلہ دیا کہ اسے علم کی دولت سے محروم فرمایا۔

باب: فرمان نبویؐ بہت سے لوگ جنہیں علم